

۵ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ / 12 جولائی 2024ء

سالارِ کربلا رضی اللہ عنہ

کی

کربلا میں جلوہ گری

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

Join our channel | Follow our Account | Jamia Nizamia Rizvia Like our Page | Jamia Nizamia Rizvia Like our Page | YouTube Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

قُلۡ لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ۚ ہُوَ مَوۡلٰىنَا ۚ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ [التوبۃ9:51]

ربِّ کریم کچھ افراد کو ایسے بڑے کاموں کی توفیق سے نوازتا ہے کہ اُن کے کارناموں کی وجہ سے نہ صرف اُن کا نام ہمیشہ زندہ رہتا ہے، بلکہ اُن کی شخصیت ایک عظیم کام کا استعارہ بن جاتی ہے اور اُن کے تذکرہ سے دلوں میں منزل کو پانے کا ولولہ تازہ ہو جاتا ہے۔

سرورِ عالَم ﷺ کے نواسے اور خاتونِ جنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نورِ نظر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں اسلام کی سربلندی کے لیے جرأت و بہادری کا ایسا شان دار مظاہرہ کیا کہ نہ صرف آپ کا نامِ نامی ہمیشہ زندہ رہے گا، بلکہ آپ کی ذاتِ اقدس جرأت و شجاعت کا استعارہ بن گئی، صدیوں سے حق پرست آپ کا تذکرہ کرکے دین پر استقامت... حق کی خاطر ڈٹ جانے... اور راہِ خدا میں مَر مٹنے کا جذبہ بیدار کرتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

سفر کربلا کے دوران آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: اِس طرف مت جایئے، ورنہ آپ کو شہید کر دیا جائے گا۔ آپ نے نہایت بے خوفی کے ساتھ جرأت بھرا وہ خوب صورت جملہ کہا جو آپ کے نانا جان ﷺ کو کہنے کا حکم باری تعالیٰ نے فرمایا تھا: لَنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ۚ ہُوَ مَوۡلٰىنَا ۚ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ [التوبۃ9:51] ”ہمیں صرف وہی پہنچے گا جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہ ہمارا مالک و مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ پر ہی بھروسا کرنا چاہیے۔“ (الاخبار الطوال للدینوری، ص:246، دار احیاء الکتب العربیۃ)

محرم الحرام میں ذکرِ اہلِ بیتِ کرام علیہم الرضوان، خصوصاً ذکرِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی محافل کا بکثرت انعقاد ہوتا ہے اور مختلف طریقوں سے آپ کے ساتھ محبت کا اِظہار ہوتا ہے، مگر یہ پہلو بہت افسوس ناک ہے کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد دوسروں کے دیکھا دیکھی جاہلانہ کاموں اور من گھڑت باتوں میں مشغول ہو جاتی ہے، یوں استقامتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور شہادتِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سیکھنا چاہیے وہ حاصل نہیں ہوتا... حالانکہ واقعۂ کربلا کا تذکرہ بامقصد انداز میں ہو تو اتنا بابرکت ہے کہ بزرگوں نے فرمایا: اگر زندگی کے کسی موڑ پر پریشانیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہو اور انسان ہمت ہارنے لگے تو اُسے چاہیے کہ شہادتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو یاد کرے، اِس میں ایسی روحانی تاثیر اور حسین تربیت ہے کہ اِس کی برکت سے صبر و استقامت کی توفیق نصیب ہو جائے گی۔

بہت سے لوگوں کو واقعۂ کربلا کا پسِ منظر اور امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے کربلا میں تشریف لے جانے کے اسباب ہی معلوم نہیں ہوتے، بس سنی سنائی چند باتیں ذہنوں میں بٹھا رکھی ہوتی ہیں۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا میں تشریف لے جانے کا واقعہ مختصر اور مستند انداز میں ذکر کیا جائے گا، نیز اِس متعلق کچھ تربیتی پہلوؤں پر گفتگو ہو گی۔

یزیدی کرتوتوں اور حسینی کردار کی غیبی خبر

اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سب سے زیادہ علم اپنے محبوبِ مکرّم ﷺ کو عطا فرمایا، پھر یہ کرم بھی کیا کہ آپ ﷺ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں، مخلوق کے لیے جس چیز کا علم فائدہ مند ہو وہ بتا دیتے ہیں۔ حدیثِ مبارک کے مطابق آپ ﷺ نے ایک بہت طویل خطبہ میں پیدائش کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت میں اور جہنمیوں کے جہنم میں جانے تک کے حالات بیان فرما دیے۔ (بخاری:3191)

نبیِ غیب داں ﷺ نے اپنے کئی ارشادات میں دیگر فتنوں کی طرح یزید پلید کی حکومت اور اُس کے کرتوتوں کا تذکرہ بھی فرمایا۔ نیز اُس کے مقابلے میں اپنے شہزادۂ والاشان امام حُسَین رضی اللہ عنہ کے حَسِین کردار اور عظیم شہادت کو بھی بیان فرمایا۔

یزید سے متعلق جانِ عالَم ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ہو گا؟ اِس کا اندازہ یوں کیجیے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منوّرہ کے بازاروں میں چلتے یہ دُعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِكْنِيْ سَنَةُ السِّتِّيْنَ ... اَللّٰهُمَّ لَا تُدْرِكْنِيْ إِمَارَةُ الصِّبْيَانِ۔[1] یعنی اے اللہ! مَیں اپنی زندگی میں ساٹھ ہجری کا سال نہ پاؤں... اے اللہ احمقوں کی حکومت آنے سے پہلے میری وفات ہو جائے!

(دلائل النبوۃ، ج:6، ص:466، دار الکتب العلمیۃ۔ تاریخ مدینۃ دمشق، ج:59، ص:217۔ البدایۃ والنہایۃ، ج:6، ص:256)

چنانچہ ربِّ کریم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دُعا قبول کی اور آپ یزید کے تخت نشین ہونے سے کچھ روز پہلے وصال فرما گئے۔[2]

اُمّ المؤمنین سیدتنا اُمِّ سلَمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے: ایک مرتبہ حَسَنَیْنِ کریمَیْن رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے حجرہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھیل رہے تھے، جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور شہیدِ کربلا رضی اللہ عنہ کی طرف اِشارہ کر کے عرض کی: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ أُمَّتَكَ تَقْتُلُ ابْنَكَ هٰذَا مِنْ بَعْدِكَ۔ یعنی یا رسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلم! آپ کے وصال کے بعد آپ کی اُمّت آپ کے اِس شہزادے کو شہید کر دے گی۔ چنانچہ رحمتِ عالم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے موتی ٹپکنے لگے اور آپ نے شہزادے کو سینے سے لگا لیا۔ پھر آپ ﷺ نے کچھ مٹی سونگھی اور مجھے (اُمّ المؤمنین کو) عطا کر کے فرمایا: يَا أُمَّ سَلَمَةَ! إِذَا تَحَوَّلَتْ هٰذِهِ التُّرْبَةُ دَمًا فَاعْلَمِيْ أَنَّ ابْنِيْ قَدْ قُتِلَ۔ ”اُمِّ سَلَمہ! جب یہ مٹی خون ہو جائے تو جان لینا کہ میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے۔“

چنانچہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی محفوظ کر لی اور بار بار اُسے دیکھ کر کہتیں: إِنَّ يَوْمًا تَحَوَّلِيْنَ دَمًا لَّيَوْمٌ عَظِيْمٌ۔ یعنی جس دن یہ مٹی خون بن جائے گی وہ بہت بڑا (ہولناک) دن ہو گا۔ (المعجم الکبیر، حدیث:2817)

---

[1] وفی روایۃ عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْ إِمَارَةِ الصِّبْيَانِ وَالسُّفَهَاءِ۔ (الأدب المفرد، رقم الحدیث:66)

[2] فتح الباری بشرح البخاری، ج:13، ص:10

یزید کی تخت نشینی اور سالارِ کربلا رضی اللہ عنہ کا بیعت سے انکار

رمضان المبارک 40ھ میں سیدنا علی کرّم اللہ وجہہٗ کی شہادت ہوئی تو آپ کے شہزادے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ چند ماہ بعد اُنھوں نے اُمّت کی خیر خواہی کرتے ہوئے منصبِ خلافت کو جلیل القدر صحابی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور اُن کی بیعت کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سے تقریباً 30 سال پہلے سیدنا امام حسنِ مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا: «إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ» یعنی "میرا یہ بیٹا (حسن) سردار ہے، اللہ تعالیٰ اِس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔" (صحیح بخاری، حدیث: 2704)

چنانچہ شہزادۂ والا شان کی بیعت سے خلیفہ بننے کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 20 سال تک پوری ریاستِ اسلامیہ کے سربراہ رہے اور بہترین طریقے سے نظامِ سلطنت چلاتے رہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں آپ کے بیٹے یزید کو ولیِ عہد مقرر کر دیا گیا تھا۔ اِس حوالے سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کی تھی (مفہوم): خُداوندا! اگر یزید کو اُس کی کچھ خوبیوں کی وجہ سے ولیِ عہد بنایا گیا ہے اور وہ اِس منصب کا اہل ہے تو اُسے خلافت تک پہنچا اور اُس کی مدد فرما... لیکن اگر وہ اِس منصب کا اہل نہیں تو اُسے خلیفہ بننے سے پہلے ہی موت دے دے۔[1]

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ میں یزید نے کئی اہم ریاستی عہدوں پر کام کیا اور اُنھیں اچھے طریقے سے نبھایا، مگر 60ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حکومت سنبھالنے کے بعد یزید نے نہایت نالائقی کا مظاہرہ کیا... شریعت کی کھلی خلاف ورزیاں کرنے لگا... سود خوری، شراب نوشی اور دیگر حرام کاموں کو رواج دیا؛ جس کی وجہ سے اکابر سخت تشویش میں مبتلا ہوئے۔

دوسری طرف مختلف خطوں کے گورنر اپنے اپنے علاقوں میں اُس کی خلافت کے لیے بیعت لینے لگے۔ مدینہ منوّرہ کا گورنر جب یزید کی بیعت لینے کے لیے امامِ عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے اُس کی بیعت کرنے سے انکار فرما دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کر لیتے تو آپ کی ذات کو فائدہ پہنچتا اور ہر طرح سے آسائش ملتی، مگر اِس سے دین کا نقصان تھا، کہ یزید کے کرتوتوں کو تحفّظ مل جاتا اور وہ مزید بے باک ہو جاتا۔ چنانچہ آپ دین کی خاطر عظیم قربانی کے لیے تیار ہو گئے اور اُس کی بیعت نہ فرمائی۔

بیعت سے انکار کے بعد یزیدیوں کے شر سے بچنے کے لیے آپ نے مدینہ منوّرہ سے کوچ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ شعبان المعظم 60ھ کی چوتھی رات کو نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری سلام عرض کرنے کے بعد مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

---

[1] اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ إِنَّمَا عَهِدْتُّ لِيَزِيْدَ لِمَا رَأَيْتُ مِنْ فَضْلِهٖ فَبَلِّغْهُ مَا أَمَّلْتُ وَأَعِنْهُ، وَإِنْ كُنْتُ إِنَّمَا حَمَلَنِيْ حُبُّ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ وَأَنَّهٗ لَيْسَ لِمَا صَنَعْتُ بِهٖ أَهْلًا فَاقْبِضْهُ قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ ذٰلِكَ۔ (تاریخ الإسلام للذهبی، ج:5، ص:272، دار الکتاب العربی)

سفرِ مکہ کا ایک حسین واقعہ: جب آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منوّرہ سے کوچ کر کے مکہ مکرمہ کی طرف نکلے تو راستے میں حضرت عبد اللہ بن مُطیع رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی، وہ اپنی زمین میں کنواں کھود رہے تھے، اُنھوں نے پوچھا: أَيْنَ؟ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے اپنا اِرادہ بتایا۔ پھر اُنھوں نے عرض کی: مَیں نے یہ کنواں کھودا ہے، مگر پانی بہت کم ہے، آپ دُعائے برکت فرما دیجیے۔ فرمایا: اُس کے پانی میں سے کچھ لاؤ۔ پانی پیش کیا گیا۔ فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ مَضْمَضَ ثُمَّ رَدَّهُ فِي الْبِئْرِ، فَأَعْذَبَ وَأَمْهَى۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کچھ پانی نوش فرمایا، پھر اُس پانی سے کلّی کر کے اُسے کنویں میں ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کنویں کا پانی میٹھا بھی ہو گیا اور زیادہ بھی ہو گیا۔[1]

اِس حسین واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو رحمتِ الٰہی سے دوسروں کے لیے یوں پانی کا انتظام کر سکتے ہیں وہ چاہتے تو کربلا میں اپنے لیے بھی کر لیتے، اصل بات یہ تھی کہ وہ دُنیا والوں کو قضائے الٰہی پر راضی رہنے کا سلیقہ سکھانا چاہتے تھے۔

سالارِ کربلا رضی اللہ عنہ کی کوفہ کی طرف روانگی اور اُس کا سبب

امامِ ہُمام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ مکرمہ سے عراق کی طرف تشریف لے جانے کا سبب یہ تھا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی اہلِ کوفہ نے امامِ عالی مقام کو خطوط لکھنا شروع کر دیے تھے کہ آپ تشریف لائیں، ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں، مگر آپ نے صاف انکار کیا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مکمل اعتماد کا اظہار فرمایا۔[2] جب یزید نے حکومت سنبھالی تو اہلِ کوفہ کا اصرار مزید بڑھ گیا۔ اب امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اگر روزِ قیامت اہلِ کوفہ نے بارگاہِ الٰہی میں کہا: "ہم تو شہزادۂ والا شان کو دعوت دیتے رہے تھے کہ تشریف لائیں، ہم آپ کی بیعت کر کے آپ کی قیادت میں ظلم کا خاتمہ کریں گے اور اسلامی نظام لائیں گے، مگر اُنھوں نے ہماری درخواست کو قبول نہیں کیا" تو مَیں ربّ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا؟

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اپنے چچازاد بھائی حضرت مُسلِم بن عَقِیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کوفہ بھیجا جائے؛ اگر وہ بے وفائی کریں گے تو ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذر پیش کیا جا سکے گا۔ سیدنا مسلم رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے تو مختصر وقت میں ہزاروں لوگوں نے اُن کے ہاتھ پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ سیدنا مسلم رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ لوگ آپ کی قیادت میں اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں؛ لہٰذا آپ دین کی سربلندی کے لیے تشریف لے آئیں۔ اب امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ نہ جانے کا کوئی عذر باقی نہیں تھا۔

---

[1] الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج:5، ص:110، دار الکتب العلمیۃ۔ تاریخ مدینۃ دمشق، ج:14، ص:182، دار الفکر۔

[2] وَكَانَ أَهْلُ الْكُوفَةِ يَكْتُبُونَ إِلَى حُسَيْنٍ يَدْعُونَهُ إِلَى الْخُرُوجِ إِلَيْهِمْ فِي خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ، كُلَّ ذٰلِكَ يَأْبَى۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الطبقۃ الخامسۃ، ج:6، ص:422، مکتبۃ الخانجی۔ تاریخ مدینۃ دمشق، ج:14، ص:205۔ سیر أعلام النبلاء، ج:3، ص:293)

اِس موقع پر کئی صحابۂ ذی شان علیہم الرضوان نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو منّت سماجت کر کے عراق تشریف لے جانے سے روکا تھا؛ کیونکہ وہ حضرات جانتے تھے کہ کوفی بے وفا ہیں، وہ محبت کا دم بھرتے ہیں، مگر مشکل وقت میں ساتھ نہیں دیں گے۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ بھی یہ بات بہت اچھی طرح جانتے تھے، مگر آپ کی رائے تھی کہ اگر کوفہ والوں کی درخواست پر نہ جاؤں تو ربّ تعالیٰ کے حضور کیا جواب دوں گا؟ خصوصاً جب اُنھوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر میری بیعت کی ہے تو اب کوئی عذر باقی نہیں... دوسری طرف اگر چلا جاؤں اور وہ بے وفائی کریں تو زیادہ سے زیادہ جان جائے گی، مگر شہادت پا کر بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہو جاؤں گا۔ چنانچہ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ 03 ذوالحجہ 60ھ کو اپنے گھر والوں اور خُدّام سمیت 82 افراد کے ہمراہ عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ (سوانح کربلا، ص:117 تا 128)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف کیوں تشریف لے گئے تھے؟ اِس کا جواب آپ کے ایک خطبہ سے مزید واضح ہو جاتا ہے۔ کربلا کی طرف جاتے ہوئے ایک مقام پر آپ نے خطبہ دیا، جس میں حمد وثنا کے بعد فرمایا: لوگو! رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

«مَنْ رَّأٰى سُلْطَانًا جَائِرًا مُّسْتَحِلًّا لِّحُرُمِ اللهِ، نَاكِثًا لِّعَهْدِ اللهِ، مُخَالِفًا لِّسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، يَعْمَلُ فِيْ عِبَادِ اللهِ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، فَلَمْ يُغَيِّرْ مَا عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَّلَا قَوْلٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُّدْخِلَهُ مُدْخَلَهُ.» یعنی "جو شخص ظالم حکمران کو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ کا عہد (اُس کے تاکیدی احکام کو) توڑتا ہے اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کرتا ہے، بندگانِ خدا سے گناہ اور ظلم والا معاملہ کرتا ہے، اِس کے باوجود وہ حسبِ استطاعت طاقت یا زبان کے ذریعے اُس ظالم بادشاہ کے اِن برے کاموں کو روکنے کی کوشش نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اِسے بھی اُس ظالم بادشاہ والی جگہ پہنچائے گا۔"

یہ فرمانِ نبوی سنانے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یزیدی یہ تمام کرتوت کر رہے ہیں، مَیں نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، سب سے زیادہ میرا حق بنتا ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی روکنے کی کوشش کروں۔

(تاریخ الرسل والملوک [تاریخ طبری] ج:5، ص:403، دار التراث۔ الکامل فی التاریخ لابن اثیر، ج:3، ص:159، دار الکتاب العربی)

خطبۂ مبارکہ کا یہ جملہ: وَأَنَا أَحَقُّ مَنْ غَيَّرَ۔ "میرا حق سب سے زیادہ ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا راستہ روکوں" خوب واضح کرتا ہے کہ یزید کی بیعت قبول نہ کرنے اور کوفہ کی طرف تشریف لے جانے کا مقصد یہی تھا باطل مٹ جائے اور حق کا بول بالا ہو۔

دورانِ سفر آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ کوفہ کے گورنر عُبَیْد اللہ بن زیاد نے شہریوں کو یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا، جس کے بعد کوفیوں نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑ کر اُنھیں تنہا چھوڑ دیا اور ابن زیاد نے اُنھیں شہید کروا دیا۔ نیز کئی افراد نے بھی واپسی پر اِصرار کیا، مگر آپ رضی اللہ عنہ نے سفر جاری رکھا اور فرمایا: إِنِّيْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ وَقَدْ أَمَرَنِيْ فِيْهَا بِأَمْرٍ وَأَنَا مَاضٍ لَهُ۔ یعنی مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک حکم دیا ہے اور مَیں اُسے ضرور پورا کروں گا۔ پوچھا گیا: خواب کیا ہے؟ فرمایا: ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری تک کسی کو بھی تفصیل نہیں بتاؤں گا۔ (البدایۃ والنہایۃ، ج:8، ص:181)

کوفہ کی ناکابندی اور سالارِ کربلا رضی اللہ عنہ کی کربلا میں جلوہ گری

امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کا قافلہ کوفہ کے قریب پہنچا تو وہاں کے گورنر ابن زیاد نے اسلحہ سے لَیس ایک ہزار سپاہی بھیج کر شہر کی ناکابندی کروادی۔ یہ تاریخ کی ایک انوکھی بے وفائی تھی کہ کوفیوں نے ایک عرصہ تک نہایت لجاجت واِصرار کے ساتھ معزز ترین مہمان کو بلانے کے لیے خطوط لکھے، جب وہ مہمانِ ذی وقار تشریف فرما ہوا تو اسلحہ کے زور پر اُس کا راستہ روک دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ تمام رفقا کے ہمراہ کوفہ کے قریبی مقام کی طرف روانہ ہوگئے۔

کربلا کے قریب پہنچے تھے کہ ایک رات امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی خواب دیکھا اور یہ کلمات کہتے ہوئے بیدار ہوئے: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ[البقرۃ2:156]، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں (اُسی کے بندے ہیں، وہ جس حالت میں چاہے رکھے) اور یقیناً ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اور سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے پوچھا: يَا أَبَتِ جُعِلْتُ فِدَاكَ! مِمَّ حَمِدْتَ وَاسْتَرْجَعْتَ؟ ابا جان! صدقے جاؤں! "الحمد للہ" اور "انا للہ" کہنے کا سبب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: بیٹے! مجھے اُونگھ آئی تھی تو مَیں نے خواب میں ایک گُھڑسوار کو دیکھا، اُس نے کہا: اَلْقَوْمُ يَسِيْرُوْنَ وَالْمَنَايَا تَسِيْرُ إِلَيْهِمْ۔ یعنی یہ قافلہ کربلا کی طرف جارہا ہے اور شہادت اِن کی طرف بڑھ رہی ہے۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فَعَلِمْتُ أَنَّ أَنْفُسَنَا نُعِيَتْ إِلَيْنَا۔ معلوم ہوتا ہے کہ (اِس خواب کے ذریعے) ہمیں ہماری شہادتوں کی خبر دی گئی ہے۔

یقیناً یہ خواب معمولی نہیں تھا، کوئی اور ہوتا تو سنتے ہی اوسان خطا ہو جاتے، مگر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نہایت اطمینان سے عرض کرنے لگے: يَا أَبَتِ لَا أَرَاكَ اللّٰهُ سُوْءًا! أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ؟ یعنی بابا جان! اللہ پاک آپ کو ہر مصیبت سے بچائے! کیا ہم حق پر نہیں؟ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بَلٰى وَالَّذِيْ يَرْجِعُ إِلَيْهِ الْعِبَادُ۔ کیوں نہیں بیٹے! قسم بخدا ہم حق پر ہیں۔ شہزادۂ والا شان رضی اللہ عنہ نے کہا: إِذَنْ لَا نُبَالِيْ أَنْ نَّمُوْتَ مُحِقِّيْنَ۔ یعنی جب حق پر ہیں تو کوئی پرواہ نہیں! اللہ تعالیٰ جب چاہے جہاں چاہے شہادت عطا کردے۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ یہی تو سننا چاہتے تھے، شہزادے کی جرأت کو داد دیتے ہوئے فرمایا: جَزَاكَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ خَيْرَ مَا جَزٰى وَلَدًا عَنْ وَالِدِهٖ۔ یعنی اللہ کریم نے کسی بھی والد کی طرف سے اُس کے بچے کو جو جزا و ثواب عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے سب سے بہتر جزا اور صلہ عطا فرمائے۔ (تاریخ الرسل والملوک، ج:5، ص:407۔ الکامل فی التاریخ [تاریخ ابن اثیر]، ج:3، ص:161)

02 محرم الحرام 61ھ کو کربلا میں پہنچے تو جگہ کا نام پوچھا، بتایا گیا: اِس علاقے کا نام "کربلا" ہے۔ فرمایا: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، أَرْضُ كَرْبٍ وَّبَلَاءٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوبِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سچا ہے، اِسی جگہ "کرب" و "بلا" (غم اور آزمائش) ہوگی۔
(المعجم الکبیر، ج:3، ص:108، رقم:2819، قال الهيثمي: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ بِأَسَانِيْدَ، وَرِجَالُ أَحَدِهَا ثِقَاتٌ [مجمع الزوائد، رقم:15116])

سالارِ کربلا رضی اللہ عنہ کی حیاتِ ظاہری کے آخری لمحات

سالارِ کربلا رضی اللہ عنہ کی جلوہ گری کے ساتھ ہی یزیدی فوج کربلا میں پہنچ گئی، حتّٰی کہ امام عالی مقام اور ہمراہی بچوں اور خواتین رضی اللہ عنہم سمیت کل 82 افراد کے مقابلے میں 22,000 کا لشکر جمع ہو گیا۔ خاندانِ عالی کو پیاس سے ستانے کے لیے پانی بھی روکا گیا۔[1] اُنھوں نے ہر طرح سے خوف زدہ کر کے یزید کی بیعت لینے کی کوشش کی، مگر قربان جائیں سرورِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے وارث اور مولَی المسلمین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر پر، جس نے اپنا گھر لٹانا اور جان دینا تو گوارا کر لیا، مگر اسلام کی عزت پر حرف نہ آنے دیا۔

آخری رات: وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شہادت کے آثار نمایاں ہوتے جا رہے تھے، مگر آخری دم تک امام حسین رضی اللہ عنہ کی جرأت واستقامت میں فرق نہ آیا۔ محرم کی دسویں رات آپ کی ہمشیرہ محترمہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا شدتِ غم سے بے ہوش ہو گئیں۔ کچھ اِفاقہ ہونے پر امام حُسین رضی اللہ عنہ نے اُنھیں تسلّی دیتے ہوئے فرمایا: اِتَّقِي اللّٰهَ وَتَعَزَّيْ بِعَزَاءِ اللّٰهِ وَاعْلَمِي أَنَّ أَهْلَ الْأَرْضِ يَمُوْتُوْنَ وَأَهْلَ السَّمَاءِ لَا يَبْقَوْنَ، وَأَنَّ كُلَّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ، أَبِيْ خَيْرٌ مِّنِّيْ وَأُمِّيْ خَيْرٌ مِّنِّيْ وَأَخِيْ خَيْرٌ مِّنِّيْ، وَلِيْ وَلَهُمْ وَلِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ۔ بہن! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہنا اور اللہ کی رِضا پر راضی رہنا، یہ یقین برقرار رکھنا کہ تمام زمین والے وفات پائیں گے اور آسمان والے بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے، ذاتِ باری تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ میرے والد گرامی، والدہ ماجدہ اور برادرِ مکرم، سبھی مجھ سے افضل تھے (اور اُن کی بھی وفات ہوئی ہے)۔ میرے لیے، اُن کے لیے اور ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے۔

مزید کچھ کلمات کے ذریعے تسلّی دینے کے بعد فرمایا: يَا أُخَيَّةُ! إِنِّيْ أُقْسِمُ عَلَيْكِ لَا تَشُقِّيْ عَلَيَّ جَيْبًا، وَلَا تَخْمِشِيْ عَلَيَّ وَجْهًا، وَلَا تَدْعِيْ عَلَيَّ بِالْوَيْلِ وَالثُّبُوْرِ إِنْ أَنَا هَلَكْتُ۔ یعنی بہن! مَیں تجھے قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد گریبان مت پھاڑنا، چہرہ نہ پیٹنا اور واویلا نہ کرنا۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر، ج:8، ص:192، دار احیاء التراث۔ تاریخ الرسل والملوک [تاریخ طبری] ج:5، ص:420، دار التراث۔ الکامل فی التاریخ لابن اثیر، ج:3، ص:167، 168، دار الکتاب العربی)

آخری دن: 10 محرم الحرام کو امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آخری نماز، نمازِ فجر باجماعت نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کی۔

---

[1] امامِ اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین بے آب ودانہ رکھ مع ہمراہیوں کے تیغِ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ (فتاوٰی رضویہ: 14/592)

شارحِ بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے کربلا میں پانی دستیاب ہونے اور نہ ہونے سے متعلق روایات کو ذکر کرنے کے بعد لکھا: یہ صحیح ہے کہ 7 محرم سے ابن زیاد کے حکم سے نہرِ فرات پر پہرا بٹھا دیا گیا تھا، کہ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے لوگ پانی نہ لینے پائیں، مگر یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کو لے کر کسی نہ کسی طرح پانی لایا کرتے تھے۔ شارحِ بخاری مزید لکھتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ (دس محرم الحرام کو) جنگ شروع ہو جانے کی وجہ سے فرات کے پہرے داروں نے زیادہ سختی کر دی ہو۔ (فتاوٰی شارحِ بخاری، ج:2، ص:69، ناشر دائرۃ البرکات، انڈیا)

جب اعلانِ جنگ ہوا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان میں تشریف لا کر ایک خطبہ دیا، اس میں خونِ ناحق سے متعلق نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا۔ پھر یہ بھی ذکر فرمایا: سوچو مَیں کون ہوں؟ میرے والد کا کیا رتبہ ہے؟ میری والدہ کی کیا شان ہے؟ میرے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کو ربّ تعالیٰ نے کیا عزت عطا فرمائی ہے؟ میرے چچا کون ہیں؟ میرے بارے میں تمہارے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشادات فرمائے ہیں؟ مگر سوائے چند خوش نصیبوں کے دشمنوں پر کوئی اثر نہ ہوا، دُنیا حاصل کرنے کے لالچ نے اُنھیں ایسا اندھا کر دیا تھا کہ وہ شفیعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں پیش ہونے کو بھی بھول گئے۔ (طبقاتِ کبریٰ، طبقۂ خامسہ، ج:6، ص:438)

جنگ کا آغاز ہوا تو خاندانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم افراد ایک ایک کر کے جامِ شہادت نوش کرنے لگے۔ مجموعی طور پر یزیدی فوج کے ہاتھوں امامِ عالی مقام کے دو شہزادے، چار بھتیجے، پانچ بھائی، چار چچازاد، دو پوتے (حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے بیٹے)، دو بھانجے اور دیگر رُفقا درجۂ شہادت پر فائز ہوئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے سوانحِ کربلا، حاشیہ ص:126، 127)

جب جاں نثار شہید ہو چکے تو امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ بیس ہزار کے لشکر کے سامنے تنہا میدان میں تشریف لائے اور مقابلے کے لیے آنے والے کئی بدبختوں کو قتل کر دیا، بالآخر دشمنوں نے یک بارگی حملہ کیا، سب مل کر بھی تلواروں سے مقابلہ نہ کر سکے تو چاروں طرف سے بارش کے قطروں کی طرح تیر برسائے گئے۔ یوں سرورِ عالَم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ نظر کا جسمِ اقدس خون میں نہا کر زمین پر تشریف لے آیا، پھر آپ کے سرِ انور کو جسم سے جدا کیا گیا۔

چنانچہ سید الشہدا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ 56 سال، 5 ماہ اور 5 دن کی عمر مبارک میں 10 محرم الحرام 61ھ، بروز جمعۃ المبارک کو جامِ شہادت نوش کر کے بارگاہِ الٰہی میں سرخرو ہوئے۔ (سوانحِ کربلا، ملخصًا)

حرفِ آخر... محرم الحرام اور ذکرِ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ

بعض خوش نصیبوں کا کردار ایسا اعلیٰ ہوتا ہے کہ وہ عظیم مقاصد کا استعارہ بن جاتے ہیں۔ امامِ عالی مقام، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ایسی ہی شخصیات میں سے ہیں، آپ کا نامِ نامی جرأت و بہادری اور حق پر ڈٹ جانے کا استعارہ ہے۔ آپ نے میدانِ کربلا میں نہایت عظیم قربانی دی اور صبر و استقامت کا ایسا شان دار مظاہرہ کیا کہ قیامت تک آپ کے ذکرِ خیر سے دین پر استقامت اور حق کی خاطر جان دینے کا جذبہ بیدار ہوتا رہے گا۔

محرم الحرام میں بکثرت امامِ عالی مقام اور دیگر اہلِ بیتِ عظام علیہم الرضوان کی یاد میں محفلیں سجتی ہیں۔ یقیناً یہ بہت اچھا عمل ہے، تاہم اِس حوالے سے چند باتیں اِصلاح طلب ہیں:

فقط مستند روایات کا ذکر: محرم الحرام ہو یا کوئی دوسرا مہینہ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا تذکرہ ہو یا کوئی

اور موضوع... بہر حال یہ ضروری ہے کہ صرف اُنہی روایات کو بیان کیا اور سنا جائے جو مستند ہیں، دین کے اُصولوں کے مطابق ہیں اور محتاط علما نے اُنھیں اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ جھوٹی تاریخی روایات بیان کرنا اور سننا حرام ہے۔[1] ایسی باتیں بیان کرنا اور سننا جن سے عوام کے عقائد خراب ہوں اور بھی زیادہ زہرِ قاتل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:24، ص:514، ملخصًا)

رونے کے لیے نہیں، استقامت کے لیے: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا خلاصہ ہے کہ اگر تذکرۂ شہادت سے مقصود غم پروری، بناوٹ اور رونا دھونا ہو تو یہ نیت شریعت میں پسندیدہ نہیں۔ شریعت مطہرہ نے غم میں صبر کرنے، اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے اور حتّی الامکان اُس غم کو دُور کرنے کا حکم دیا ہے، نہ یہ کہ تکلّف کرکے غم لایا جائے اور اِسے ثواب سمجھا جائے۔ ہاں اگر اہلِ بیت عظام علیہم الرضوان کے فضائل و مناقب سے متعلق صحیح روایات بیان کی جائیں اور ضمناً اُن کے صبر و استقامت کا ذکر کرنے کے لیے شہادت کا تذکرہ ہو اور محبت کے تقاضے سے بے اختیار آنسو آجائیں تو حرج نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:24، ص:515/487، ملخصًا)

ماہِ محرم: ماہِ محرم الحرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت و اِعزاز حاصل ہے۔ اِس مہینے میں کئی انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات رُونما ہوئے، بلکہ خود سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کئی یادیں اِس مہینے سے وابستہ ہیں۔

خصوصًا یومِ عاشورا (دس محرم) بہت فضیلت کا حامل ہے۔ سیدنا ابو قتادہ حارث بن رِبعی رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ بھی روایت کیے: وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ۔ یعنی "مجھے اللہ کی رحمت سے اُمید ہے کہ وہ دس محرم کا روزہ رکھنے پر گزشتہ ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ (صحیح مسلم، حدیث:1162) یعنی ایک سال کے صغیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور اگر صغیرہ گناہ نہ ہوئے تو کبیرہ میں تخفیف ہو جائے گی۔

ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ اِس عظمت اور فضیلت والے مہینے میں نوحہ، سوگ، امام حسین کا فقیر بن کر مانگنا، جوتا نہ پہننا، تعزیہ بنانا وغیرہ متعدد بے ہودہ، خلافِ شرع رسمیں رائج ہیں اور کئی قسم کے جاہلانہ خیالات پائے جاتے ہیں، حالانکہ یہ سب جاہلانہ کام ہیں اور شریعتِ مطہرہ نے اِن سے منع فرمایا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج:24، ص:488، رضا فاؤنڈیشن)

شرعی مسئلہ[2]: محرم الحرام کے ابتدائی دنوں میں تین رنگوں کا لباس ہرگز نہ پہنا جائے: 1) سیاہ، یہ سوگ کی علامت ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے۔ 2) سبز، یہ تعزیہ داروں کا طریقہ ہے۔ 3) سُرخ، یہ خارجیوں کا طریقہ ہے۔

(فتاوٰی رضویہ، ج:22، ص:185، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، بہارِ شریعت، ج:3 (الف)، ص:416، مکتبۃ المدینہ، ملخصًا)

---

[1] واقعہ کربلا سے متعلق چند جھوٹی روایات جاننے کے لیے مطالعہ کریں کتاب "چند واقعاتِ کربلا کا تحقیقی جائزہ"، از عبد مصطفٰی محمد صابر قادری

[2] مفتیٔ اعظم پاکستان معمارِ جامعہ نظامیہ رضویہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ خطبہ کے اختتام پر نمازیوں کی بڑی تعداد جمع ہو چکی ہوتی ہے، اگر اِس وقت ایک شرعی مسئلہ بیان کر دیا جائے تو وہ سب کا مشترکہ سبق ہو جاتا ہے۔ اِس ارشاد پر عمل کے لیے یہ سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔

شاعرِ نظامیہ مولانا محمد ثاقب افضل رضوی نے امامِ عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے خوب کہا:

حق کے لیے جاں دینا کردار حسینی ہے
کاٹے جو رگِ باطل تلوار حسینی ہے

اِس فاسِق و فاجِر کی بیعت نہ کبھی ہو گی
اِصرارِ یزیدی پر للکار حسینی ہے

مَیں کربلا جاؤں گا نانا سے نبھاؤں گا
اِسلام بچاؤں گا اِقرار حسینی ہے

آئے جو علی اکبر تو بول اُٹھا لشکر
گفتار حسینی ہے رَفتار حسینی ہے

وہ عون و محمد ہوں یا اصغر و قاسم ہوں
سب حیدری پھولوں میں مَہکار حسینی ہے

خطبہ جو سُنا اُن کا "حُرّ" نار سے بچ نکلا
تاثیر بَھری کتنی گفتار حسینی ہے

رَہبر ہے وہی سچا ہر معرکے میں جس کا
حالات پرکھنے کا معیار حسینی ہے

گُستاخ بھی یہ سُن لیں ناکام وہ لوٹیں گے
ناموس کے پہرے میں بیدار حسینی ہے

دِیں بیچ کے ملتی ہو اِس دنیا کی دولت تو
اِس سودے کا حَل ثاقب اِنکار حسینی ہے

اللہ تعالیٰ شہادتِ امامِ عالی مقام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے طفیل اسلام اور مسلمانوں کو عزتیں عطا فرمائے، اُمّت میں دینی غیرت اور استقامت کا جذبہ بیدار فرمائے، بیت المقدس کو ظالم یہودیوں کے پنجہ سے آزاد فرمائے اور غزہ کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ خالقِ کائنات پاکستان کو تمام بحرانوں سے نجات عطا کرے، حکمرانوں کو دین کا خیر خواہ اور عوام کا خدمت گزار بنائے۔ آمین بجاہ النبیِّ الکریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم